عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبات

(دین و عقل کی روشنی میں)

از
عبد القدوس رومی
(مفتیٔ آگرہ)

ناشر: صہیب برادرس، آگرہ

عیدِ میلادُ النبی ﷺ کی تقریبات

(دین و عقل کی روشنی میں)

عبدالقدوس رومی
(مفتی آگرہ)

ناشر: صہیب برادرس ۔ آگرہ ۳

ناشر : صہیب برادران ۱۱/۹۸ صابن کٹرہ آگرہ

طباعت : تاج آفسٹ پریس۔ الہ آباد

تعداد اشاعت : ایک ہزار

قیمت : ~~پیسے~~ ایک روپیہ

ملنے کے پتے

۱۔ صہیب برادران ۱۱/۹۸ صابن کٹرہ ۔ آگرہ ۳

۲۔ مکتبہ نعمانیہ ۔ دیوبند۔

۳۔ ہندوستانی کتب خانہ۔ نظام الدین ۔ دہلی۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریبات دین و عقل کی روشنی میں

مجھ سے فرمائش کی گئی ہے کہ یوم میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار کے سلسلے میں اکثر مقامات پر تقریب و جشن، جلسہ و جلوس اور روشنی و چراغاں وغیرہ کا جو اہتمام ہوتا ہے اسکی دینی و شرعی حیثیت پر کچھ روشنی ڈالی جائے۔

یہ فرمائش ایک نہایت نازک مسئلے سے متعلق ہے جسکی جوابدہی بھی بیحد دشوار ہے مگر اللہ تعالیٰ جو ہر مشکل کو آسان فرماتا ہے اپنے حبیب خاص صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں یہ مشکل بھی ضرور آسان فرما دے گا۔

اب سے تقریباً چالیس سال پہلے رسالہ "الفرقان" میں ایک مصری عالم و فاضل کے مضمون کا خلاصہ جناب مولانا قاضی زین العابدین صاحب میرٹھی کے قلم سے شایع ہوا تھا جسمیں عید میلاد النبی کی ان تقریبات پر نہایت موثر و دلپذیر انداز میں روشنی ڈالی گئی تھی، مناسب یہی معلوم ہوا کہ اسوقت پہلے اسی مضمون کو معمولی ردو بدل کے ساتھ یہاں نقل کر دیا جائے۔

" محفل میلاد سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں تقریر کی دعوت تو میں نے قبول کر لی مگر جب اسکی تعمیل کا وقت قریب آیا تو میری حیرانی قابلِ رحم تھی ___ پریشانی

یہ بھی کہ جب بلند خیال ادبا ء و شعرا اپنے معمولی مصلحین قوم کی تعریف و توصیف میں عجز و قصور کا اظہار کرتے نظر آتے ہیں تو پھر مجھ جیسا ادنیٰ غلام اپنے آقا اور آقائے دو جہاں رحمت عالم مصلح اعظم حضرت خاتم الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل میلاد میں آپؐ کو کیا خراج تحسین اور نذرانہ عقیدت پیش کر سکتا ہے ؟

کاش میں کوئی عالی فکر شاعر ہوتا کہ اپنے خیالات کے پروں پر اڑاکر آپ کو بارگاہ نبوت کی روحانی رفعت و عظمت کی سیر کرا سکتا۔ یا کوئی سحر نگار ادیب ہوتا کہ اپنے قلم کے جادو سے آپکو گلزار رسالت کی بہار اور بہجت کا نظارا دکھا سکتا ۔ کاش کہ ایسا ہوتا مگر افسوس کہ یہ ممکن نہیں ۔

اب میں کیا کر سکتا تھا یہی کہ مدح سرایان رسالت اور نعت گویان نبوت کے علمی و فکری خزانوں کی تلاش کروں، چنانچہ میں نے مختلف زمانوں کے علمار و شعرار و ادبار کے علمی ذخیروں کی ورق گردانی شروع کر دی۔ یوں تو ان میں ایک سے ایک گراں مایہ گوہر موجود تھا مگر افسوس کہ یہاں بھی مجھے ایسا در شاہوار نہ مل سکا جو سرور دو جہاں تاجدار کونین کی بارگاہ رفیع کے لائق ہو۔

میں پریشان تھا کہ اب کیا کروں ؟ اور کیا نذرانۂ عقیدت آپؐ کے حضور پیش کروں ؟ یکایک مجھے خیر القرون کا خیال آگیا کہ اس دور میں تو خود آپؐ کے صحابہ کرامؓ کی مبارک آنکھوں نے براہ راست آپ کے جمال جہاں آرا کا نظارا کیا ہے اور تابعین و تبع تابعین عظام نے ان دیکھنے والوں کی زبان سے اسکے دلنشین قصے سنے ہیں۔ اس خوش نصیب جماعت نے اپنے زمانے میں اس نور خدا کی مدح و ثنا میں جو کچھ کہا ہوگا وہ یقیناً حقیقت سے بہت قریب اور واقعہ کے عین مطابق ہوگا، تو کیوں نہ میں بھی ان کی ہی روشن کی ہوئی مشعل سے اپنا چراغ جلاؤں اور آپکی محفل میلاد کو ان کے نور بیان سے جگمگاؤں ۔

محفل میلاد میں ان بزرگان دین کے پیش کئے ہوئے خراج ہائے عقیدت کی تلاش میں میں نے احادیث و سیر کے ذخیرے چھان ڈالے لیکن مجھے یہ معلوم کرکے تعجب ہوا کہ تاریخ اسلام کے یہ زریں اوراق اور یہ مبارک زمانے اس قسم کی محفل اور اسکی رنگینی سے بالکل خالی ہیں۔

تاریخ کے مطالعہ سے معلوم ہوا کہ اس محفل میلاد کا پہلا موجد سلطان مظفرالدین ابوسعید ہے جو ولادت سرورکائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے تقریباً چھ سو سال بعد ۵۸۶ھ میں موصل کے تخت پر بیٹھا (ابن خلکان)

اور چونکہ یہ محفل میلاد زمانہ خیرالقرون بلکہ عصر ائمہ اربعہ کے بہت بعد کی ایجاد و احداث ہے جبکہ اسلامی تعلیمات کا حسن اصلی و ذاتی عجمی عادات و رسوم کے غازوں سے دھندلانے لگا تھا اسلئے حضرات علماء نے اسکے ماننے نہ ماننے میں ہمیشہ ہی اختلاف کیا ہے اور علمائے محققین نے کسی دور میں بھی اسے صحیح نہیں سمجھا ہے۔

یہ حقیقت یقیناً تعجب انگیز ہے کہ حضرات صحابہ کرام اور اسلاف عظام جو حضور سرور کائنات کے سچے عاشق اور آپ کی عظمت شان اور رفعت ذکر کے سب سے زیادہ واقف تھے، ان حضرات نے اپنے زمانہ میں ایک بار بھی کوئی محفل میلاد منعقد نہ کی اور نہ ہی حدیث و سیرت کی کتابوں میں ان سے کوئی قول و عمل منقول ہوا ؟ آخر کیوں ؟

موسم کے انقلابات اسوقت بھی تھے، رات اور دن کی گردشیں ان زمانہ میں بھی جاری تھیں اور ہر سال ربیع الاول کا مبارک چاند اس زمانہ میں بھی آسمان کی محفل کو اپنے دلربا چہرے سے سجاتا تھا مگر حیرت ہے کہ زمین کا فرش آجکل جیسی بزم میلاد کی رونق سے محروم تھا، نہ شامیانے تنتے تھے، نہ جھنڈیاں لگتی تھیں

نہ نقارے بجتے تھے اور نہ مٹھائیاں تقسیم ہوتی تھیں۔

اور ذرا اس بات پر بھی غور فرمائیے کہ پیروان حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ کے روزِ ولادت سے اپنے عیسوی سنہ کی ابتدا مقرر کی لیکن غلامانِ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی ولادتِ باسعادت کے عظیم الشان واقعہ کی یادگار منانے کے اس طریقہ کو بھی نظرانداز کر دیا اور یوم ولادت رسول کے بجائے روزِ ہجرتِ رسولؐ کے واقعہ کو تاریخی یادگار بنانے اور اسی سے اپنے دینی و ملی سنہ کی ابتدا کرنے کا فیصلہ کیا۔

آخر یہ کیا بات ہے؟ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے ان عاشقوں اور جاں نثاروں سے عشق و محبت کے اظہار و مظاہرے میں یہ کوتاہی کیسے ہوئی؟ —— یہ بات تو سوچی بھی نہیں جاسکتی کہ ان حضرات صحابہؓ کے سینے محبت رسول کی گرمی سے مشتعل نہ تھے یا ان کے دلوں میں رسول کی یادگار منانے کا جذبہ موجزن نہ تھا —— ہاں یہ ماننا پڑے گا کہ اس جذبہ کے اظہار کا جو طریقہ انھوں نے اختیار کیا وہ ہمارے ان نمائشی طریقوں سے ضرور مختلف رہا ہے

ہم لوگ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یادگار سال بھر میں ایک مرتبہ اس طرح مناتے ہیں کہ محفل کو فرش و فروش سے آراستہ کیا جاتا ہے، جھاڑ فانوس آویزاں کئے جاتے ہیں، جھنڈیاں لگائی جاتی ہیں شیریں بیاں مقررین اور خوش گلو گویئے اپنی دلچسپ تقریروں اور دلکش نظموں سے محفل میں سماں باندھ دیتے ہیں اور واہ واہ سبحان اللہ کی صداؤں میں یہ رنگ و نور بھری محفل ختم ہو جاتی ہے اور بات سال بھر کے لئے آئی گئی ہو جاتی ہے۔

اور حضرات صحابہؓ کرامؓ سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال و افعال آداب و اخلاق، رفتار و گفتار، نشست و برخاست غرض زندگی کے ہر شعبہ میں آپ کے

کامل اتباع کی کوشش میں ہر وقت مصروف رہتے تھے انکو ہر دم صرف یہ فکر رہتی تھی کہ کوئی لفظ رسولؐ کی مرضی کے خلاف زبان سے نہ نکلے اور کوئی قدم آپ کے طریقے کے خلاف حرکت نہ کرے۔ اس طرح وہ حضرات ہر وقت اور ہر ساعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی یادگار بنا تے رہتے تھے۔

یہ حضرات یہ جانتے تھے کہ اسلام دوسرے مذاہب کیطرح شخصیت پرستی کی تعلیم نہیں دیتا بلکہ وہ اصلاح اعمال و عقائد سے متعلق کچھ اصول و ہدایات کی تعلیم اور انکی تبلیغ کا حکم دیتا ہے۔ اس لئے ان کے نزدیک اللہ و رسول کی رضامندی و خوشنودی حاصل کرنے کی صرف یہی ایک صورت تھی کہ اللہ و رسول کے احکام و پیام کی پذیرائی کیجائے۔ کتاب و سنت میں اللہ و رسول کے جو پیغام ہیں انکے انوار سے اپنے سینوں کو روشن و منور کیا جائے اور اسی کے پرتو سے دوسروں کی رہنمائی کی جائے۔

وہ جانتے تھے کہ مسلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ دین میں ثابت قدم رہ کر دنیا میں سربلند ہونے کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ انتم الاعلون ان کنتم مومنین (اگر تم واقعی صاحب ایمان ہوئے تو تمھیں سربلند ہوگے) یہ ان کا ایمان و یقین تھا۔ ——— وہ عرب کے کچھاروں سے شیروں کی طرح نکلے اور انکی اس پیش قدمی کو اسوقت دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکی تھی۔

وہ جانتے تھے کہ انھیں کائنات کا رہنما اور حکمراں بنا کر بھیجا گیا ہے حق و صداقت، عدل و امانت، رحمت و محبت، عفت و عصمت، مروت و مواساۃ اور احسان جیسی صفات پھیلانا اور ظلم و جور، کذب و خیانت، سود و رشوت اور فسق و فجور جیسے منکرات ختم کرنا ان کا فرض منصبی ہے اور انھیں یقین تھا کہ ان کا مذہب اسلام دنیوی کامرانی کی شاہراہ اور اخروی شادمانی کا زینہ ہے۔ اس لئے

وہ ہروقت اسکی بلندی و برتری کی کوشش میں سرگرداں رہتے تھے۔

محبت وعظمت رسول کے متعلق آپؐ کے اصحاب کرام کا نظریہ صرف یہ تھا جو اوپر مذکور ہوا ہے اب رہ گیئں ظاہری نمود و نمائش اور جشن و مظاہرہ اور جلسہ و جلوس کی باتیں سو ایسی نمائشی چیزوں سے انھیں کوئی دلچسپی نہ تھی کیونکہ وہ اہل عمل کی جماعت تھی، اصحاب قول کا گروہ نہ تھا۔ کسی امام و پیشوا کی حقیقی تعظیم اور اصلی تکریم یہ ہے کہ اس کے احکام کی تعمیل کیجائے اسکے اعمال کی تقلید کیجائے اور اسکے اشارہ پر اپنی گردنیں خم کی جائیں، صدر اول کے پیروانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (آپکی) اسی قسم کی تعظیم کرتے تھے۔

شاید میری ان گذارشات سے کسی صاحب کو یہ غلط فہمی ہو کہ میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محفل ذکر کے خلاف ہوں —— حاشا و کلا میرا یہ مقصد ہرگز نہیں ہے —— میرا مطلب یہ ہے کہ ان مجالس میں فانوسوں کی روشنی کا اہتمام نہو جو تاروں کے روپوش ہونے سے پہلے ہی خاموش ہو جاتے ہیں، ان جھنڈیوں کے لہرانے کا انتظام نہو جو رات کی تاریکی کے چھٹنے سے پہلے زمین پر بکھر جاتی ہیں، ان روایات کا بیان نہو جنھیں دل قبول نہیں کرتے اور سامعین کے کانوں سے ٹکرا کر فضا میں گم ہو جاتی ہیں —— بلکہ اہتمام اس امر کا ہو کہ وہ ایمانی مشعل روشن کیجائے جس سے گمراہوں کو ہدایت ہو۔

ہمارے سامنے اللہ کی کتاب اور سنت رسول موجود ہے۔ اللہ کی کتاب سعادتِ بشری اور فلاح انسانی کا مکمل ہدایت نامہ ہے۔ یہ ہدایت نامہ اس ذات پاک کا مرتب کیا ہوا ہے جو انسانوں کا خالق اور انکی ہر مصلحت سے واقف ہے اس نے سعادت دنیوی اور اخروی کی منزلوں میں روشن اور کشادہ راستوں کیطرف انسانوں کی رہنمائی کی ہے اور خطرناک پگڈنڈیوں پر

خطرہ کے نشانات آویزاں کر دیئے ہیں لہٰذا ہمیں اس ہدایت نامہ کی دفعات پر سختی سے عمل کرنا چاہیئے اور اس کے ساتھ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی جو اس ہدایت نامہ کی تشریح و توضیح ہے مدد لینی چاہیئے جیسا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے :۔

"میں نے دو چیزیں تمھارے پاس چھوڑی ہیں جنکی موجودگی میں تم ہرگز گمراہ نہ ہوگے، ایک اللہ کی کتاب دوسرے اپنی سنت"

اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ دین اسلام اعتقاد و عمل اور آداب وسعی کے مجموعہ کا نام ہے لہٰذا کوئی مدعی اسلام، اسلامی بہروپ بھر کر ڈرامے کے ایکٹروں کی طرح صرف چند کاموں کی ایکٹنگ سے حقیقی مسلمان نہیں ہو سکتا بلکہ حقیقی مسلمان وہ ہے جو اسکے مذکورہ بالا نظام پر عمل پیرا ہو، اسکی ہدایت کو قبول کرے اور اپنے نفس کو روح اسلامی کی روشنی سے منور کر دے۔

جو مسلمان اس معیار پر پورا اترتا ہے اس نے یقیناً صراط مستقیم کو پالیا ہے اور اسے ہر لحظہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی و عرفانی معیت نصیب ہے۔

امید ہے کہ آئندہ ان مبارک راتوں میں نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں رنگ برنگی جھنڈیوں تلے بیٹھے ہوئے اور انواع و اقسام کی مٹھائیوں سے شکم سیر ہونے کی بجائے آیات و احکام کی شیرینی سے شاد کام ہوتے دیکھیں گے اور اپنی شریعت کی سربلندی اور ترقی سے شاد و مسرور ہوں گے۔

یہی میری دلی آرزو اور قلبی تمنا ہے یہ چند الفاظ ہیں جو میرے قلب کی پکار ہیں خدا کرے کہ انکا اثر آپ حضرات کے دلوں پر ہو اور یہ انھیں نور ایمان سے منور کر دیں اور پھر اس نور کا عکس ہمارے اور آپ کے اعمال میں جلوہ گر ہو اور ان کی

روشنی میں ساری دنیا اسلام کا دلربا چہرہ دیکھ سکے تاکہ دنیا کو اس دین کی دلکشی و دلربائی
کے احساس کیساتھ ساتھ اس دین کے داعی اعظم و رحمت عالم کی برتری کا بھی اعتراف ہو
اور سب کی گردنیں آپ کی بارگاہِ عظیم میں بے اختیار جھک جائیں"

اضافہ مفیدہ ایسے موقعوں پر حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ارشادِ گرامی بھی پیش نظر رکھنا چاہیے لَنْ یَصْلُحَ اٰخِرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اِلَّا مَا صَلَحَ بِہٖ اَوَّلُھَا (اس امت کا آخری طبقہ بھی صرف اسی طرح سے اصلاح پذیر ہوگا جس طریقہ سے اسکا پہلا طبقہ اصلاح پا چکا ہے)۔ اسلئے ہمیں اس قسم کی تقریبات مناتے وقت امام موصوف کے اس ارشاد کی روشنی میں یہ دیکھنا پڑیگا کہ چونکہ ایسی تقریبات اور یہ جلسے جلوس قرن اول میں نہیں منعقد ہوئے تو اب بھی ہم ان کے ذریعے اگر اصلاح پذیری کی امید رکھتے ہیں تو صرف خام خیالی ہی ہو سکتی ہے۔

ہماری بنیادی غلطی اس سلسلے میں ہمیں اپنی اس بنیادی غلطی کو بھی محسوس کرنے اور سمجھنے کی ضرورت ہے کہ ترقی کے معاملہ میں ہم نے دین و دنیا کے درمیان پائے جانے والے باہمی فرق کو نظر انداز کر دیا ہے ہم نے یہ تو دیکھا کہ دورِ نبوت سے لیکر اب تک دنیا متعدد پہلوؤں سے ترقی کر رہی ہے تو ہم نے آنکھ بند کرکے دنیا کی اور قوموں کی طرح "ہیرو درشپ" اور شخصیت پرستی کی بنیاد پر انھیں کی طرح "جینتی" اور "برتھ ڈے" منانے کا طریقہ اپنا لیا۔ ہم نے یہ غور نہیں کیا کہ ہمارے دین کی تو تکمیل اب سے چودہ سو سال پہلے ہی ہو چکی تھی جبکہ دنیا کی موجودہ سائنسی ترقیوں کا دور اس وقت شروع بھی نہیں ہوا تھا۔

ایسی صورت میں سائنس کی موجودہ دنیاوی ترقی کو دیکھکر دین کو بھی اسی پیمانہ سے ناپنا کسی بھی طرح نہ معقول ہوگا نہ درست کہا جائے گا۔ دنیاوی

معاملات میں تو نت نئے طور طریقے لازمی طور پر ہمارے سامنے آتے رہیں گے اور ہمیں یہ اجازت بھی مل سکے گی کہ مذہبی حدود میں ہم ان سے فائدے بھی اٹھالیں لیکن دینی معاملات میں ہمیں مطلق اختیار نہیں ہے کہ ہم دین کے نام پر ایک نقطے اور شوشے کا بھی اضافہ کرلیں ہمیں اپنی دینی زندگی اور دینی اعمال میں وہی روش رکھنی ہے جسکا ثبوت ہمیں قرآن و حدیث اور اسوۂ رسولؐ و عمل صحابہؓ کے ذریعہ ملتا ہے۔

اس بنیادی فرق کو نظرانداز کر دینے ہی کا یہ نتیجہ ہے کہ ہماری زندگی میں بھی دوسروں کی دیکھا دیکھی نئی نئی چیزیں داخل ہو گئیں اور ہم احساس تک نہ کرسکے حالانکہ وہ واقعتاً بالکل غلط اور بے بنیاد ہیں۔

اسلامی اور شرعی عیدیں صرف دو ہیں یوم میلاد عید کیوں نہیں؟

مذہب اسلام اور شریعت محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) میں صرف دو دنوں کو عید مقرر کیا گیا ہے اور ان میں فرحت و مسرت کا اظہار حدود شریعت میں رہتے ہوئے پسندیدہ سمجھا گیا ہے یعنی عید الفطر اور عید قربان ان دو کے علاوہ کسی اور دن کو عید مقرر کرنا دین میں اضافہ اور اسکی مقررہ حدود سے تجاوز ہے۔ اس مدعا کے اثبات کے لئے خاتمۃ المحدثین حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ کی مشہور کتاب "تحفۂ اثناء عشریہ" سے ایک اہم اور مفید اقتباس پیش کیا جاتا ہے حضرت شاہ صاحبؒ فرقۂ روافض کے توہمات مذہبیہ کی تردید و تنقید فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

"نوع پانزدہم: امثال متجددہ را ایک چیز دانستن و این ہم حیلے بر تضعیف العقلاں غلبہ دارد حتیٰ کہ آب دریا و شعلۂ چراغ و آب ۔ اذہ را اکثر اشخاص

یک آب و یک شعلہ خیال کنند ـــــ و اکثر شبہہ در عادت نمونۂ نہمک این خیال
اند ـــــ مثلاً روز عاشورا در ہر سال کہ بیاید آں را روز شہادت حضرت حسین گمان برند
حالانکہ عقل بالبداہت میداند کہ زمان امر سیال غیر قار است ہرگز جزو او ثبات و قرار
ندارد و اعادۂ معدوم محال و شہادت حضرت حسین در روزے شدہ بود کہ ایں روز
از آں روز فاصلۂ ہزار و دوصد (و الآن ہزار و چہار صد) سال دارد ـ ایں روز
باآں روز چہ اتحاد و کدام مناسبت ـ و روز عید الفطر و عید النحر را بریں قیاس نباید
کرد کہ در آنجا مایۂ سرور و شادمانی سال بسال متجدد است یعنی اداے روزۂ رمضان
و اداے حج خانہ کعبہ کہ شکراً للنعمۃ المتجددۃ سال بسال فرحت و سرور نو پیدا میشود
و لہذا اعیاد شرائع بریں وہم فاسد نیامدہ ـ بلکہ اکثر عقلاء نیز نوروز و مہرجان و
امثال ایں تجددات و تغیرات آسمانی را عید گرفتہ اند کہ ہر سال چیزے نو پیدا میشود
و موجب تجدد احکام می باشد ـ

علیٰ ہذا القیاس تعیید بعید بابا شجاع الدین و تعیید بعید غدیر و امثال ذالک
مبنی برہمیں وہم فاسد است ـــــ ازیں جا معلوم شد کہ روز نزول آیت
الیوم اکملت لکم دینکم و روز نزول وحی و شب معراج را چرا در شرع
عید قرار نداده اند و عید الفطر و عید النحر قرار داده اند و روز تولد و وفات ہیچ نبی را
عید نگردانیدند دریں ہمیں است کہ وہم را دخلے نباشد بدون تجدد نعمت حقیقۃ
سرور و فرحت نمودن یا غم و ماتم کردن خلاف عقل خالص از شوائب وہم است۔

حاصل ارشاد گرامی

حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی یہ تحریر قدرے دقیق اور خالص علمی و فلسفی انداز کی ہے جسے صرف اہل علم ہی اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اسلئے ضروری محسوس ہوتا ہے کہ عام ناظرین کے لئے اسکا لب لباب اور حاصل پیش کردیا جائے، شاہ صاحب یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ :ـــ

یہ زمانہ ایک آنے جانے والی چیز ہے اسکے کسی جزو کو مطلق ثبات و قرار نہیں ہے، اسلئے اگر کسی زمانہ میں کوئی واقعۂ مسرت وخوشی یا سانحۂ رنج وغم پیش آیا ہو تو وہ بھی اپنے وقت کے ساتھ رفت وگذشت ہو جاتا ہے آنے والے زمانوں میں بار بار ہر سال کے اس دن یا اس تاریخ کو خوشی یا غم کا دن سمجھنا اور وہی معاملہ کرنا جو پہلی بار عین خوشی وغم کے وقت کیا تھا، یہ بالکل خلاف عقل بات ہے۔

اکثر شیعہ اپنے عادات کے معاملے میں اسی وہم وخیال میں مبتلا ہیں مثلاً روز عاشورا جو ہر سال آتا ہے اسے یہ لوگ بعینہ روز کربلا کا روز شہادت ہی سمجھتے ہیں حالانکہ حضرت کی شہادت کا دن آج کے عاشورا سے بارہ سو (تیرہ سو) سال کا فرق رکھتا ہے ایسی صورت میں تیرہ سو سال پہلے پیش آنے والے واقعہ پر اب غم وماتم کرنا کوئی بھی معقولیت نہیں رکھتا ہے۔

اور عید فطر وعید قربان کے متعلق ان کے خالی خولی یادگار ہونے کا اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ان میں صرف یادگار ہونے کا پہلو نہیں ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان دونوں موقعوں پر فرحت وسرور کے اسباب بھی ہر سال لوٹ لوٹ کر آتے ہیں، ماہ رمضان کے روزے ہر سال آتے ہیں تو انکی وجہ سے ہونیوالی عید بھی ان کے بعد آجاتی ہے۔ اسی طرح سے خانۂ کعبہ کا حج بھی ہر سال ادا ہوتا ہے تو اسکی خوشی میں ہونے والی عید قربان بھی آجاتی ہے جس سے ثابت ہو جاتا ہے کہ یہ دونوں خوشیاں اور یہ دونوں عیدیں وہم وخیال پر ہرگز مبنی نہیں ہیں بلکہ بالکل واقعی اور حقیقی عیدیں ہیں (پھر اس سے قطع نظر کرتے ہوئے یہ پہلو بھی قابل غور ہے کہ ہمیں شریعت نے ان عیدوں کے احکام دیئے ہیں یہاں تک کہ ان دنوں میں روزے تک حرام کر دیئے گئے ہیں)۔

شریعت نے اسی وجہ سے کہ کوئی عید اور تہوار خالی خولی یادگار بنکر

نہ رہ جائے کسی نبی کے روز ولادت کو یا روز نزول وحی یا شب معراج کو عید مقرر نہیں کیا کیونکہ یہ سارے ہی واقعات مدت ہوئی صرف ایکبار ہی تو ظہور پذیر ہوئے۔ آنے والے ہر سال میں ان پر اظہار مسرت کا کوئی موقع نہ تھا، اسکی تائید دوسری قوموں کے تہواروں سے بھی ہوتی ہے جنھوں نے اپنے تہواروں کو موسمی تبدیلی سے وابستہ کر رکھا ہے کیونکہ تبدیلی موسم سے بھی طبیعت کو ایک طرح سے فرحت و نشاط کا احساس ہوتا ہے جس کے اظہار کے لئے انھوں نے اپنے تہوار مقرر کئے ہیں جو تبدیل موسم کے ساتھ ہر سال آتے رہتے ہیں"

خاتمۂ بحث اگر غور کیا جائے تو زیر بحث مسئلہ عید میلاد النبی کا حکم بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کا یوم میلاد مبارک اگرچہ نہایت عظیم الشان اور حد درجہ میمون و مسعود تھا مگر بہر حال وہ ایک مخصوص و متعین ہی دن تھا جو وجود کائنات کی اس طول طویل مدت میں صرف ایک بار آیا تھا اور آکر جملہ کائنات کو منور و مسعود بنا گیا اس یوم مبارک کو آئے اور گذرے ہوئے بھی اب تو چودہ سو سال سے بھی زیادہ کا زمانہ ہو چکا ہے۔ اسوقت سے اب تک ربیع الاول کا مہینہ اور اسکی بارہویں تاریخ اور روز دوشنبہ بھی چودہ سو بار سے زیادہ ہی آ چکے ہیں۔

ایسی صورت میں اگر یہ سوال سامنے رکھا جائے کہ —— "بعد میں آنے والے یہ چودہ سو ربیع الاول کے مہینے اور انکی بارہویں تاریخیں یا دوشنبے کے ایام اگر یہ سب ملکر ایک ہو جائیں تو کیا یہ سب اس اصلی ماہ ربیع الاول اور اسکی بارھویں تاریخ اور دوشنبہ کے دن کی صرف اس ساعت مبارکہ کے (جس میں آپؐ کے وجود باجود اور ولادت باسعادت نے خطۂ ارض کو ہمسر عرش بنا دیا تھا) برابر ہو سکتے ہیں؟ — ہم سمجھتے ہیں اور بالکل بجا سمجھتے ہیں کہ کوئی بھی مسلمان ذرا دیر کو

بھی یہ تصور نہ کر سکے گا کہ وہ بعد میں آنے والے ربیع الاول کے چودہ سو مہینوں کو اور انکی بارہویں تاریخوں اور دوشنبہ کے دنوں کو اُس اصل وخاص ربیع الاول کی بارہویں تاریخ کے برابر کہدے۔ ع

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

ہمارے سادہ لوح مسلمان بھائیوں نے معاملہ کی نزاکت کو شاید محسوس نہیں کیا کہ وہ بعد میں آنے والے مہینوں اور تاریخوں یا دنوں کو کس طرح اس ماہ مبارک، اس تاریخ مسعود اور اس روز فیروز کے برابر کر سکتے ہیں؟ اچھی طرح سمجھ لیجئے کہ جس طرح حضور سرور کائناتؐ کا زمانۂ مبارک پانے والے با ایمان انسان صحابی ہوئے اور انکا وہ درجہ ومقام ہوا کہ بعد کے مسلمان صدہا سال وہزارہا سال کی عبادت وریاضت سے وہ مقام رفیع نہیں حاصل کر سکتے اسی طرح جس ساعت مبارکہ اور جس یوم وتاریخ اور جس ماہ وسال میں آپؐ نے اپنے وجود باجود اور ولادت باسعادت سے عالم وکائنات کو منور ومفتخر فرمایا تھا وہ فضیلت وبرکت بعد کے سارے زمانے ملکر بھی نہیں حاصل کر سکتے۔

باقی جہاں تک آپ کے ذکر مبارک اور تذکار پر انوار کا تعلق ہے تو وہ ہر صاحب ایمان کی روحانی غذا ہے جس کے بغیر ایمانی حیات ہی قائم نہیں رہ سکتی آپ کا مقام تو وہ ہے جسکے لئے مولانا جامیؔ نے فرمایا ہے ؎

لا یمکن الثناء کما کان حقہٗ

بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر

آپ کے ذکر مبارک کو تو خود خالق کائنات نے اپنے کلام عزیز میں وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ فرما کر پنج وقتہ اذان واقامت کے ذریعہ بلند فرما دیا جو قیام قیامت تک سربلند ہی رہیگا۔

آپ کے واقعۂ معراج کی اجمالی روداد التحیات میں ذکر فرما کر ہر نماز میں اسکے پڑھنے کا حکم دیدیا گیا ہے کہ اس اجمالی روداد کو پڑھے بغیر ہماری نمازیں تک ناقص اور ادھوری رہتی ہیں۔

ہمیں اسکا خیال کیوں نہیں آتا کہ ہم مسجدیں آباد کریں اذان واقامت کے ذریعہ آپ کا نام اونچا کریں، نمازوں میں واقعۂ معراج کی اجمالی رُوداد دہرا کر الصلوٰۃ معراج المومنین کی حقیقت دریافت کریں۔

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا اسلام عملی مذہب ہے یہ ہم سے عمل کا مطالبہ کرتا ہے خیر القرون کے دور میں دین و مذہب کا یہی پہلو سب کے پیش نظر رہا جیسے جیسے اس دور سعادت و خیریت سے دوری ہوتی گئی اعمال خیر ہماری زندگیوں سے نکلتے اور کم ہوتے گئے اور انکی جگہ ایسی ہی نمائشی اور غیر مفید چیزیں دین و مذہب کے نام پر داخل ہوتی گئیں۔

یاد رکھئے کہ مذہب کے معاملہ میں ہماری ترقی دور خیر القرون سے آگے بڑھنے میں نہیں ہے مذہب کی صحیح شکل و صورت ہمیں دیکھنی ہے تو ہمیں پورے چودہ سو سال پہلے لوٹنا ہوگا اور حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرات صحابۂ کرام کے نقوش قدم کے ذریعہ راہ حق متعین کرنی پڑیگی لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

عبد القدوس رومی (مفتی شہر آگرہ)

۴ / ۴ / ۱۴۰۱

تردید مودودیت کا بہترین سیٹ

۱۔ حضرات انبیاء مودودی صاحب کی نظر میں	/۷۵
۲۔ تفسیر بالرائے کا شرعی حکم	/۷۵
۳۔ حضراتِ صحابہؓ معیارِ حق	۱/=
۴۔ تنقید انبیا وطعن صحابہ کا شرعی حکم	۴/=
۵۔ ایکسرے رپورٹ حصہ اوّل	۱/۵۰
۶۔ ایک آئینہ میں تین چہرے	۱/۵۰
۷۔ مودودیت بے نقاب	۵/=
۸۔ الیس منکم رجل رشید	۵/=
۹۔ مودودی لٹریچر میں تین خطرے	۲/=
۱۰۔ اسلامی حکومت کی کہانی علامہ خمینی کی زبانی	۱/۵۰
۱۱۔ حقیقت کی روشنی	۲/۵۰
۱۲۔ ایکسرے رپورٹ حصہ دوم	۴/=
۱۳۔ تصویر کا دوسرا رُخ	۳/=
۱۴۔ تفہیم القرآن سمجھنے کی کوشش جلد اوّل	۱۸/=